علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

پاکستانی زبان و ادب

COURSE CODE: 9006

ASSIGNMENT : 01

SEMESTER: SPRING 2025

سوال 1 پنجابی شاعری کے دوسرے دور کی شاعری تصوف، اخلاقیات و دینی موضوعات سے لبریز ھے۔ اس دور کے نمائندہ شعرا کے کلام کے حوالے سے اس رائے کا محاکمه کریں۔

جواب۔

اردو کی جنم بھومی کا سب سے معروف نظریه یه ھے که اس زبان نے پنجاب کی سرزمین پر جنم لیا۔ اگرچه حافظ محمود شیرانی اس نظریے کے پیش کرنے والے تھے مگر ان سے بیشتر انیسویں صدی کے آخری عشروں میں یه بحث زور پکڑ چکی تھی کیونکه اردو زبان و ادب کی ترویج و ترقی میں پنجاب کی سرزمین کو زرخیز تر محسوس کیا جانے لگا تھا تاهم 1928ء میں حافظ محمود شیرانی نے اس نظریے کو منظم طور پر اپنی معروف کتاب "پنجاب میں اردو" میں پیش کیا۔حافظ اپنے نظریے کی بنیاد تاریخی عوامل، لسانی تجزیے اورداخلی شواهد کی بنا پر رکھتے هوئے کهتے هیں:

" اصل یه ھے که اردو کی داغ بیل اسی دن سے پڑنی شروع هو گئی ھے جس دن مسلمانوں نے هندوستان میں آکر توطن اختیار کر لیا ھے۔ سنده میں مسلمانوں اور هندوؤں کے اختلاط سے اگر کوئی نئی زبان بنی تھی تو غزنوی دور میں جو ایك سو ستر سال پر حاوی ھے ، ایسی مخلوط یا بین الاقوامی زبان ظهور پذیر هوسکتی ھے۔ اردو چونکه پنجاب میں بنی ھے اس لئے ضروری ھے که وه یا تو موجوده پنجابی کے مماثل هو یا اس سے قریبی رشته دار هو۔ بهرحال قطب الدین ایبك کے فوجی اور دیگر متوسلین پنجاب سے کوئی ایسی زبان لے کر روانه هوتے هیں جس میں خود مسلمان قومیں ایك دوسرے سے تکلم کر سکیں۔"

ابتدائی پنجاب ۔

حافظ محمود شیرانی نے اپنے گهرے لسانی مطالعے اور ٹھوس تحقیقی بنیادوں پر یه نظریه قائم کیا ھے که اردو کی ابتداء پنجاب میں هوئی۔ ان کے خیال کے مطابق اردو کی ابتداء اس زمانے میں هوئی جب سلطان محمو د غزنوی اور شهاب الدین غوری هندوستان پر باربار حملے کر رهے تھے۔ ان حملوں کے نتیجے میں فارسی بولنے والے مسلمانوں کی مستقل حکومت پنجاب میں قائم هوئی اور دهلی کی حکومت کے قیام سے تقریباً دو سو سال تك یه فاتحین یهاں قیام پذیر رهے۔ اس طویل عرصے میں زبان کا بنیادی ڈھانچه صورت پذیر هوا۔ اس نظریے کی صداقت کے ثبوت میں شیرانی صاحب نے اس علاقے کے بهت سے شعراء کا کلام پیش کیا ھے۔ جس میں پنجابی،فارسی اور مقامی بولیوں کے اثرات سے ایك نئی زبان کی ابتدائی صورت نظر آتی ھے۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار اس سلسله میں لکھتے هیں:

"سلطان محمود غزنوی کی فتوحا ت کے ساتھ ساتھ برصغیر کی تاریخ کا ایك نیا دور شروع هوا۔ فتوحات کا یه سلسله 1000ء سے 1026ء تك جاری رها اور پنجاب و سنده کے علاوه قنوج، گجرات (سومنات) متھرا اور کالنجر تك فاتحین کے قدم پهنچے لیکن محمود غزنوی نے ان سب مفتوحه علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل نه کیا البته 1025ء میں لاهور میں اپنا نائب مقرر کرکے پنجاب کو اپنی قلم رو میں شامل کر لیا۔ نئے فاتحین میں ترك اور افغان شامل تھے۔ غزنوی عهد میں مسلمان کثیر تعداد میں پنجاب میں آباد هوئے، علماء اور صوفیا نے یهاں آکر رشد و هدایت کے مراکز قائم کیے اور تبلیغ دین کا سلسله شروع کیا جس کے نتیجے میں مقامی باشندے گروه درگروه اسلام قبول کرنے لگے اس سماجی انقلاب کا اثر یهاں کی زبان پر پڑا۔ کیونکه فاتحین نے پنجاب میں آباد هو کر یهاں کی زبان کو بول چال کے لیے اختیار کیا۔ اس

0334-5504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

طرح غزنوی دور میں مسلمانوں کی اپنی زبان، عربی، فارسی اور ترکی کے ساتھ ایك هندوی زبان کے خط و خال نمایا ں هوئے۔"

مسلمان تقریباً پونے دو سو سال تك پنجاب، جس میں موجوده سرحدی صوبه اور سنده شامل تھے حکمران رهے۔ 1193ء میں قطب الدین ایبك کے لشکروں کے ساتھ مسلمانوں نے دهلی کی طرف پیش قدمی کی اور چند سالوں کے بعد هی سارے شمالی هندوستان پر مسلمان قابض هوگئے۔ اب لاهور کی بجائے دهلی کو دارالخلافه کی حیثیت حاصل هو گئی تو لازماً مسلمانوں کے ساتھ یه زبان جو اس وقت تك بول چال کی زبان کا درجه حاصل کر چکی تھی، ان کے ساتھ هی دهلی کی طر ف سفر کر گئی۔تاریخی اور سیاسی واقعات و شواهد کے علاوه پرفیسر محمود خان شیرانی، اردو اور پنجابی کی لسانی شهادتوں اور مماثلتوں سے دونوں زبانوں کے قریبی روابط و تعلق کو واضح کرکے اپنے اس نظریے کی صداقت پر زور دیتے هیں که اردو کا آغاز پنجاب میں هوا۔ فرماتے هیں: "اردو اپنی صرف و نحو میں پنجابی و ملتانی کے بهت قریب هے۔ دونوں میں اسماء و افعال کے خاتمے میں الف آتا هے اور دونوں میں جمع کا طریقه مشترك هے یهاں تك که دونوں میں جمع کے جملوں میں نه صرف جملوں کے اهم اجزاء بلکه ان کے توابعات و ملحقات پر بھی ایك باقاعده جاری هے۔ دنوں زبانیں تذکیر و تانیث کے قواعد، افعال مرکبه و توابع میں متحد هیں پنجابی اور اردو میں ساٹھ فی صدی سے زیاده الفاظ مشترك هیں۔"

لسانی رشتوں کا ادراك۔

مختصراً پروفیسر شیرانی کی مهیا کرده مشابهتوں اور مماثلتوں پر نظر ڈالیں تو دونوں زبانوں کے لسانی رشتوں کی وضاحت هو جاتی هے اور یه بات کھل کر سامنے آتی هے که اردو اپنی ساخت اور صرفی و نحوی خصوصیات کی بناء پر پنجابی زبان سے بهت زیاده قریب هے اوراس سے بھی پروفیسر موصوف کے استدلال کو مزید تقویت پهنچتی هے۔الغرض اگر هم پروفیسر شیرانی کی تحقیق پر تنقیدی نظر ڈالیں تو یه بات عیاں هو جاتی هے که واقعی اردو اپنی هیئت ساخت اور صرف و نحو کی خصوصیات کی بنا پر پنجابی سے قریب تر هے۔ مثلاً

۱۔ اردو اور پنجابی میں تذکیر و تانیث کے قواعد یکساں هیں۔ مثلاً اکثر الفاظ جو الف پر ختم هوں اگر ان کی تانیث کرنی مقصود هو تو "الف "کو "ی" میں بدل دیا جاتاهے۔ مثلاً بکرا، بکری۔ گھوڑا، گھوڑی۔ کالا ، کالی وغیره

2۔ مصدر کا قاعده بھی دونوں زبانوں میں یکساں هے۔یعنی فعل امر کے آخر میں "نا" کے اضافے سے مصدر بنایا جاتاهے۔

3۔ فعل تذکیر و تانیث دونوں میں اپنے فاعل کی حالت کے مطابق آتا هے۔ مثلاً گھوڑی آئی (اردو) کوڑی آئی (پنجابی) لڑکا آیا (اردو) منڈا آیا(پنجابی)

4۔فعل لازم سے فعل متعدی بنانے کے قاعدے بھی دونوں زبانوں میں یکساں هیں جیسے سیکھنا سیکھانا (اردو)، سکھنا سے سکھانا (پنجابی) بیٹھنا سے بٹھانا (اردو) اور بهنا سے بهانا (پنجابی) اس کے علاوه ماضی مطلق، ماضی احتمالی شکیّه، مضارع، مستقبل کے اصول، مضارع، امر کے قاعدے، معروف و مجهول، دعائیه، ندائیه کے اصول و ضوابط دونوں زبانوں میں یکساں هیں۔یاد رهے که "پنجاب میں اردو" کی اشاعت سے قبل مولانا محمد حسین آزاد کے پیش کرده نظریے کو هی قبولیت عام حاصل تھی مگر حافظ صاحب کی کتاب نے تحقیق کے تمام تر دروازے پنجاب کی سرزمین کی طرف وا کر دئیے۔ خود حضرت علامه محمد اقبال کو جب نصیر الدین هاشمی نے اپنی تصنیف "دکن میں اردو" پیش کی تو انهوں نے کها: " غالباً پنجاب میں بھی کچھ پرانا مساله موجود هے۔ اگر اس کے جمع کرنے میں کسی کو کامیابی هو گی تو مورخ اردو کے لیے نئے سوالات پیدا هوں گے"۔پروفیسر سینٹی کمار چیٹر جی نے بھی پنجاب میں مسلمان فاتحین کے معاشرتی اور نسلی اختلاط کا ذکر کیا هے اور ڈاکٹر زور کے نقطه نظر کی تائید کی هے۔ ان کے خیال میں قدرتی طور پر مسلمانوں نے جو زبان ابتداً اختیار کی وه وهی هوگی جو اس وقت پنجاب میں بولی جاتی تھی وه کهتے هیں که موجوده زمانے میں پنجابی زبان خاص طور پر مشرقی پنجاب اور یو پی کے مغربی اضلاع کی بولیوں میں کچھ زیاده اختلاف نهیں اور یه فرق آٹھ، نوسو سال پهلے تو اور بھی زیاده کم هوگا۔ اس بات کا بھی امکان هے که وسطی و مشرقی پنجاب اور مغربی یوپی میں اس وقت قریباً ملتی جلتی بولی رائج هو۔ مزید براں پروفیسر موصوف حافظ شیرانی کی اس رائے سے بھی متفق

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

دکھائی دیتے ھیں کہ پنجاب کے لسانی اثرات کا سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا۔

حافظ محمود شیرانی کی تالیف "پنجاب میں اردو" کی اشاعت کے ساتھ ھی مولانا محمد حسین آزاد کے نظریے کی تردید ھو گئی جس میں وہ زبان کی ابتداء کے بارے میں اردو کا رشتہ برج بھاشا سے جوڑتے ھیں۔ پنجاب میں اردو کا نظریہ خاصہ مقبول رھا مگر پنڈت برج موھن و تاتریہ کیفی کی تالیف "کیفیہ" کے منظر عام پر آنے سے یہ نظریہ ذرا مشکوک سا ھو گیا۔ مگر خود پنڈت موصوف اردو کی ابتداء کے بارے میں کوئی قطعی اور حتمی نظریہ نہ دے سکے۔ یوں حافظ محمودشیرانی کے نظریے کی اھمیت زیادہ کم نہ ھوئی۔

سوال 2۔ پنجابی افسانے کا ارتقائی آغاز بیان کرتے ھوئے چند اھم افسانوں کے موضوعات پر بھی روشنی ڈالیں۔

جواب۔

پنجابی افسانہ:

ناول کی طرح یہ صنف ادب بھی بدیسی ھے۔ اس کا آغاز مذھبی و اصلاحی ضرورتوں کے تحت ھوا۔ انگریزوں کی آمد کے بعد ابتدائی طور پر جو کھانیاں لکھی گئیں وہ سادہ بیانیہ انداز میں تھیں اور ان میں دینی ، اخلاقی اور اصلاحی موضوعات کو اھمیت دی جاتی تھی۔ پنجابی میں پھلی کھانی 1921ء میں لال سنگھ نے "کملا اکالی" کے عنوان سے لکھی جبکہ نانک سنگھ کی کھانیوں کا پھلا مجموعہ "ھنجواں دے ھار" کے نام سے 1934ء میں شائع ھوا۔ اس کے ساتھ ھی جو شوافضل الدین کے مجموعے "ادبی افسانے" ۔ "اخلاقی کھانیاں" اور "نکیاں کھانیاں" 1936ء میں چھپ کر سامنے آئے۔ "اخلاقی کھانیاں" میں 31 مختصر کھانیاں ھیں جو سماجی اور اخلاقی مسائل پر مبنی ھیں۔ 1936ء میں ترقی پسند تحریک کا آغاز ھوا اور اس نے طبقاتی کشمکش کے حوالے سے لکھنے والوں کے لئے نئے موضوعات کے دروا کردیئے۔ 1940ء تک افسانوں کے کئی مجموعے چھپ چکے تھے مگر یہ گورمکھی رسم الخط میں تھے۔

قیام پاکستان کے بعد افسانہ لکھاتوگیا مگر 1959ء تک کوئی مجموعہ شائع نھیں ھوسکا۔ اس دور کے لکھنے والوں میں شفیع عقیل، وقار انبالوی، نذرفاطمہ، اکبر لاھوری، رشیدہ سلیم سیمیں زیادہ نمایاں ھیں۔ اب افسانہ اصلاحی اور ترغیبی انداز سے نکل کر ایک سطحی تاثر اور بیانیہ انداز اختیار کر چکا تھا اور جیتی جاگتی زندگی کے مسائل اس کا موضوع بن چکے تھے۔ 1960ء میں نواز کے افسانوں کا پھلا مجموعہ "ڈوھنگیاں شاماں" شائع ھوا جس میں شامل افسانے بظاھر تو خواب اور رومان کی ایک ایسی ملی جلی فضا پر مبنی ھیں جن میں استدلال کی بجائے جذبہ مرکزی اھمیت رکھتاھے مگر زیریں سطح پر یہ پرتوں والی کھانیاں ھیں جن کی بنیاد علامت پر رکھی گئی ھے اور نچلی سطح پر جاکر جذبہ فکری لھر سے ھم آھنگ ھوجاتاھے۔ نذر فاطمہ کی کتاب "کاغذی زنجیر" 1972ء اور اکبر لاھوری کی کتاب "اکبر کھانیاں " 1976ء میں زیادہ تمثیلی انداز اپنایا گیاھے جس پر کبھی کبھی علامتی انداز کا گمان بھی گزرتاھے مگر اصطلاحی معنوں میں یہ افسانے آج کے علامتی افسانے سے مختلف ھیں کیونکہ ان میں علامتی مفھوم ثانوی حیثیت رکھتاھے جبکہ علامتی افسانے میں علامت، شعوری استعمال کے باعث اولیت اختیار کرجاتی ھے اور مفھوم کو ھتھیلی پر رکھ کر سامنے لانے کی بجائے مُٹھی میں چھپائے رکھتی ھے اور آسانی سے اپنا بھید نھیں کھولتی۔

افسانوں کا انتخاب۔

پنجابی افسانے کے اس پھلے دور میں جو 1980ء تک پھیلا ھوا ھے، رفعت کے افسانوں کی کتاب "اک اوپری کُڑی" 1968ء، حنیف چوھدری کی "کچ دی گُڈی" 1968ء حسین شاھد کی "لا پریت" 1972ء سلیم خان گمی کی "لھودی خوشبو" 1973ء اور افضل احسن رندھاوا کی کتاب "رن تلوار تے گھوڑا" 1973ء خصوصی اھمیت کی حامل ھیں جو مختلف اور متنوع موضوعات اور مسائل کے فنکارانہ اظھار پر مبنی ھیں۔ افضل احسن اپنے افسانوں کے ذریعے پڑھنے والے کو اس سانجھی فضا میں لے جاتے ھیں جھاں قیام پاکستان سے قبل کا دیھاتی سماج، جاگیردارانہ اخلاقی اقدار اور روایتی تعصب کا مظاھرہ کررھاھے جبکہ سلیم خان گمی کے افسانوں میں دیھاتی اور شھری فضا کے ٹکرائو کے علاوہ مختلف معاشرتی مسائل کو موضوع بنایا گیا ھے۔ حنیف چوھدری کے افسانوں میں عام سماجی مسائل کے فنکارانہ اظھار کے ساتھ ساتھ جھوٹی اقدار کو طنز کا نشانہ بنایا گیا ھے جبکہ حسین شاھد کی کھانیان اپنے پختہ اسلوب کے باعث گھرا فکری تاثر لئے ھوئے ھیں۔ اس دور میں قیام پاکستان کے وقت جنم لینے والے فسادات بھی پبجابی افسانوں کا ایک اھم

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

موضوع رہے ہیں اور مختلف لکھنے والوں نے اس مسئلے کو اپنے اپنے انداز میں پیش کیاھے۔ رفعت کے افسانوں میں زیادہ تر عورتوں کی مجبوریوں کو موضوع بنایاگیاھے۔ وہ کھیں تلخ بھی ہوجاتاھے جو کہ خالدہ ملك کی کتاب "زلفاں چھلے چھلے" 1977ء میں پھنچ کر اس قدر سخت ہوجاتاھے کہ مصنفہ عورتوں کے حقوق کے لئے مردانہ وار لڑتی ہوئی کھیں بھی سمجھوتے کی قائل نظر نھیں آتی۔

حقیقت پسندی۔

پنجابی افسانے کا دوسرا دور 1980ء سے شروع ہوتاھے ۔ اس دور میں افسانے نے کئی کروٹیں لیں۔ حقیقت پسندی کے علاوہ علامتی اور تجریدی افسانے کا آغاز بھی اسی دور میں ہوا جسکے باعث افسانہ کئی فنی اور تکنیکی تبدیلیوں سے روشناس ہوا۔ اس دور کے اہم لکھنے والوں میں منشایاد، کھکشاں ملك، پروین ملك، فرخندہ لودھی، افضل توصیف ، مہر کا چیلوی، راجہ محمد احمد، ناصر بلوچ اور مسرت کلانچوی نمایاں ہیں۔

اپنے افسانوں کی کتاب "چڑیاں دی موت" (1981) میں محترمہ کھکشاں ملك کا انداز خاصا سمبھلا ہوا ھے۔ وہ درمیانے طبقے سے تعلق رکھنے والی عام شہری عورت کی مظلومیت کو سماجی حوالے سے موضوع بناتے ہوئے فن اور کھانی پن کی طرف بھی پوری توجہ دیتی ہیں نیز کرداروں کو اپنی خواہش کیمطابق پیش کرنے کی بجائے انہیں اپنی مرضی سے چلنے پھرنے دیتی ہیں جس کے باعث کھانی میں حقیقت پسندی برقرار رہی ھے۔ پروین ملك "کہ جاناں میں کون" (1984)میں علامتی اور کہیں کہیں نیم علامتی انداز کی افسانہ نگار کے طور پر سامنے آتی ہیں۔ چھاچھی لھجے میں لکھی گئی اس کتاب میں مصائب میں گھرے ہوئے افراد، بیوہ عورتوں، چھوٹے بچوں ، غریب لڑکیوں اور اسی نوع کی مجبور عوام کے ارد گرد بکھرے ہوئے مسائل کو موضوع بنایاگیاھے اور ترقی پسند سوچ کے تحت معاشی صورت حال کو بھی پس منظر کے طور پر برتاگیاھے۔ فرخندہ لودھی کی کتابیں "چنے دے اوھلے" (1984) اور "ھردے وچ تیڑ" (1995)پختہ اسلوب کے حامل ایسے افسانوں پر مشتمل ہیں جن میں طبقاتی حوالہ مرکزی حیثیت رکھتاھے یعنی ان میں زیریں طبقے کی مجبوریوں اور دکھوں کو موضوع بنایاگیاھے۔ محترمہ افضل توصیف کی کتابوں "ٹاھلی میرے بچڑے" (1988) اور "پنجھیواں گھنٹہ" (1998) میں پیش کئے گئے افسانے ترقی پسندانہ سوچ کے تحت لکھے گئے ہیں جن میں مزدوری کرنے والی غریب اور محنت کش خواتین کے مسائل کو درد مندانہ اور حقیقت پسندانہ انداز سے اجاگر کیاگیاھے۔

حقیقت پسندی کا رجحان۔

راجہ محمد احمد کی کتاب "دکھ دھرتی دے" (1986)میں شامل افسانے بھی ترقی پسند سوچ کے حامل ہیں جن میں جذباتی انداز اختیار کرنے کی بجائے حقیقت پسندانہ رویہ اپنا کر غربت کے مارے ہوئے افراد کی ضرورتوں کو سماجی اور نفسیاتی سطح پر اجاگر کیاگیاھے۔ ان افسانوں کو بڑی مہارت سے لکھاگیاھے جس کے باعث ان کے آخر میں ایك چونکا دینے والی صورت حال بھی پائی جاتی ھے۔ سرائیکی میں لکھی گئی مہر کا چیلوی کی کتاب "سدھر" (1985) زندانی ادب کا شھکار ھے جس میں ایك قیدی باپ کی چھوٹی اور بے سہارا بچیوں کی دکھ بھری داستان کو فنکارانہ انداز سے موضوع بنایاگیاھے۔ ان کے دوسرے مجموعے "بردہ فروش" (1988) میں بھی غربت کو ھی مرکزی نقطے کے طور پر استعمال کیاگیاھے حفیظ خان کے سرائیك افسانوں کا مجموعہ "ویندی رت دی شام" مطبوعہ 1989ء عھد حاضر کے زندہ مسائل اور تیزی سے بدلتی ہوئی اقدار کا عکاس ہونے کے ساتھ ساتھ علامت کے بامعنی ابلاغ کا آئینہ دار ھے۔ ناصر بلوچ کی کتاب "سیتیاں اکھیاں والے" (1986)میں زبان و بیان خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ علامتی انداز کے ان افسانوں میں ناصر بلوچ نے پنجابی افسانے کو ایك نئی تکنیك سے متعارف کرایا ھے جو ہر چند کہ بیانیہ ھے مگر اپنے اندر ڈرامائی تاثر لئے ہوئے ھے۔ منشا یاد کی کتاب "وگدا پانی" بھی افسانوں کی ایك عمدہ کتاب ھے جس میں سماجی مسائل کا علامتی اظہار ایسے انداز میں کیاگیاھے کہ کھانی پن کھیں بھی آنکھوں سے اوجھل نھیں ہوتا اور افسانے کی دونوں پرتیں (ظاہری اور علامتی) خود بخود کھلتی چلی جاتی ہیں۔

ایك معیاری افسانے کے بارے میں کھاجاتاھے کہ یہ بہت سی خوبیوں کا حامل ہوتاھے اور کئی چیزیں مل کر کھانی میں تاثیر پیداکرتی ہیں مثلا فقروں کی بناوٹ، فنی پختگی، بات کرنے کا منفرد انداز، اظہار کی تازگی، کھانی یاواقعے

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کی اهمیت ، پلاٹ یعنی وجه یا سبب، کردار نگاری ، دلچسپ اور موه لینے والا آغاز ، واقعات کا تسلسل اور اتار چڑھائو، سامنے کی بات کو تخیل کی پرواز سے نیا روپ دینے کا فن ، زندگی کے کسی ایسے تجربے کو سامنے لانے کا ڈھنگ جو عام آنکھوں سے اوجھل هو، تجسس اور ایسا انجام که پورے واقعے کا کوئی نتیجه نکل کر سامنے آسکے۔اس نقطهٔ نظر سے دیکھا جائے تو اب تك مختلف موضوعات پر لکھے گئے افسانوں میں ان خوبیوں کا کچھ نه کچھ حصه ضرور پایاجاتاهے جس کے باعث یه افسانے باعتبار اور باوقار ٹھهرتے هیں۔

سوال 3 – جدید پشتو شاعری کے اهم رجحانات مثالوں کے ساتھ قلم بند کریں۔

جواب۔

جدید پشتو نثر نگاری کی داغ بیل ڈالنے والوں میں مولوی احمد تنگی، میراحمد شاه رضوانی اور منشی احمد جان شامل هیں۔ پشتو نثری ادب میں مولوی احمد کی کتاب گنج پشتو، میراحمد شاه رضوانی کی دو کتابیں بهارستان افغانی اور شکرستان افغانی اور منشی احمد جان کی دو کتابوں "هغه دغه" (وه اور وه) اور 'دقیصه خوانی گپ" (قصه خوانی کی گپ شپ) نے جدید پشتو نثر نگاری کے لئے راه هموارکی۔

مولوی احمد تنگی اور میر احمد شاه رضوانی کی نثر عام بول چال اور دیهاتی محاورے کے قریب هے، جب که منشی احمدجان کی نثر فنی شوخی اور رنگینی کی حامل هے۔ علاوه ازیں اس میں افسانوی اور تخیلاتی رنگ بھی موجود هے۔ ان کی نثر میں طنزو مزاح کا عنصر بھی پایاجاتاهے۔ اور ساتھ هی روزمره کے مکالموں کا رنگ بھی غالب هے۔ ان تینوں حضرات کے علاوه همیں اس دور میں اور بھی کئی ساده، عام فهم اور رواں نثر لکھنے والے مل جاتے هیں۔ جن کا تعلق صوبه سرحد کے علاوه بلوچستان اور افغانستان سے هے۔ جدید نثر نگاروں کے ان چندابتدائی نثرپاروں کے بعد پشتو نثر میں مختلف اصناف سخن مثلاً ناول، افسانه، سفر نامه اور انشائیه وغیره شامل هوئیں۔ بیویں صدی کے اوائل میں پشتو ڈرامے، افسانے اور ناول نے ایك ساتھ هی جنم لیا اور ایك ساتھ هی ارتقائی سفر طے کیا۔ ان تینوں کے موضوعات بھی قریب قریب ایك هی هیں۔ پشتون قلم کاروں نے ان اصناف سخن کے ذریعے نه صرف پشتون سوسائٹی کے خدوخال اجاگر کئے بلکه تحریك آزادی کے دوران میں ان اصناف سے سماجی بیداری اور معاشرتی اصلاح کاکام بھی لیاگیا۔

پشتو کے ادبی مکالات میں ناول کا کردار۔

سب سے پهلے میاں حسیب گل کاکاخیل نے جدید پشتو ناول کے لئے زمین هموار کی۔ انهوں نے 1876ء میں ڈپٹی نذیر احمد کے ناول "مراة العروس" کا "نقش نگین" کے نام سے ترجمه کیا۔ یه رواں ، سلیس اور بامحاوره ترجمه هے، جس پر طبعزاد کا گمان هوتاهے۔ اس آزاد ترجمے کی سب سے بڑی خوبی یه هے که اس ناول کا پلاٹ اور اس کے کردار خالص پشتون ماحول کی پیداوار معلوم هوتے هیں۔ ڈپٹی نذیر احمد کے ایك اور ناول "توبة النصوح" کو محمد یوسف کاکاخیل نے پشتو میں دھالا لیکن اس ترجمے کا معیار وه نهیں هے جو "نقش نگین" کاهے تاهم پشتو زبان و ادب کا پهلا طبع زاد ناول سید راحت زاخیلی کا "ماه رخ" یا "نتیجهٔ عشق" هے جو 1912ء میں لکھا گیا۔ اس کے بعد پشتو کا دوسرا ناول "بے تربیته زوئے" 1939ء میں لکھا گیا۔ یه ناول افغانستان کے سابق صدر نور محمد ترکی نے لکھا تھا، جو مجله کابل میں قسط وار شائع هوا۔ یه ایك نظریاتی اور سیاسی ناول هے، جو ناول کے فنی معیار پر پورا نهیں اترتا۔فنی اور تکنیکی اعتبار سے پهلا مکمل ناول پروفیسر صاحب زاده محمد ادریس نے "پیگله" (دوشیزه) کے نام سے لکھا جو 1950ء میں شائع هوا۔ یه ناول بعد میں لکھے گئے پشتو ناولوں کے لئے مشعل راه ثابت هوا۔ اس ناول میں فاضل مصنف نے پشتون معاشرے کی نوجوان نسل کا ایك خاکه پیش کیاهے جس میں یه بتانے کی کوشش کی گئی هے که جدید تعلیم سے آراسته ایك نوجوان پٹھان اور پٹھانی (دوشیزه) کا ثقافتی اور تهذیبی لحاظ سے کیا کردار هونا چاهئے۔ (اس ناول کا اردو ترجمه 1994ء میں "دوشیزه" کے نام سے اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد کی جانب سے شائع هوچکاهے)۔

1957ء میں اشرف درانی نے "زرکے سترگے" کے نام سے ایك ناول لکھا۔ یه ایك رومانی ناول هے جو تعلیم یافته نوجوان طبقے کے رومانی اور جذباتی تصوات پر ایك خوب صورت طنزیه هے لیکن اس کا پلات فنی اور تکنیکی اعتبار سے کمزور هے اس لئے اسے ایك معیاری ناول نهیں کهاجاسکتا۔

پشتو ناول کی ارتقائی زنجیر کی ایك اور اهم کڑی امیر حمزه شنواری کا لکھا هوا ناول "نوے چپے" هے جو 1957ء

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک کی تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میں سامنے آیا۔ موضوع کے اعتبار سے ایک نظریاتی اور سیاسی ناول ھے کیونکہ اس کا مرکزی خیال حصول آزادی سے پہلے کے ان مسائل سے متعلق ھے جن سے آنے والے وقت میں پشتونوں کا سیاسی مستقبل وابستہ تھا۔

سلطان محمد پانی عرف ماٹو خان نے تین ناول لکھے جن میں "چاودے خیخه" (مطبوعه 1962ء) "انتظار" (مطبوعه 1966) اور "هیرے او ایرے" شامل هیں۔ جدید پشتو نثر میں فکشن کے حوالے سے جو نام زیادہ ابھر کر سامنے آیا، وہ میاں سید رسول رسا کا ھے جنھوں نے پانچ ناول لکھے۔ ان کے نام یه هیں: "مفرور"، "شمئی"، ماموئنی"، "خودکشی" اور "میخانی"۔ ان میں سے "خود کشی" بنیادی طور پر ایک رومانی اور عشقیه ناول ھے اور ناقدین کے نزدیک رسا کے ناولوں میں سب سے معیاری اور اھم ھے۔ ان کا پانچویں اور آخری ناول "میخانه" میں کابل شھر کی معاشرتی، معاشی اور سیاسی زندگی کا نقشه پیش کیاگیاھے۔ یه ناول بھی فنی اور تکنیکی اعتبار سیایک معیاری ناول تصور کیاجاتاھے۔ سید رسول رسا کے بعد ایک اور اھم ناول نگار ڈاکٹر شیرزمان طائزے هیں جنھوں نے پانچ ناول لکھے: "گل خان"، "امانت"، "رحمان کوررونه"، "غونڈے" اور "واده اونه شو" (شادی نه هوئی) شامل هیں۔ ان ناولوں میں مصنف نے جن موضوعات میں دلچسپی ظاهر کی ان میں قبائلی علاقوں کے جغرافیائی، ثقافتی، تاریخی حالات اور مخصوص قبائلی طرز زندگی کے مختلف پهلو شامل هیں۔ اس کے علاوہ پشتون سوسائٹی میں خواتین کی زیادتیان اور غریبوں کی مظلومیت بھی ان کے ناولوں کے خاص موضوع هیں۔ پشتو کے دیگر اهم ناول نگاروں میں رحیم شاہ رحیم، ساغر آفریدی، اسیر منگل، سلمی شاھین اور غازی سیال شامل هیں۔

جدید پشتو نثر نگاری

جدید پشتو نثر نگاری کی داغ بیل ڈالنے والوں میں مولوی احمد تنگی، میراحمد شاہ رضوانی اور منشی احمد جان شامل هیں۔ پشتو نثری ادب میں مولوی احمد کی کتاب گنج پشتو، میراحمد شاہ رضوانی کی دو کتابیں بهارستان افغانی اور شکرستان افغانی اور منشی احمد جان کی دو کتابوں "هغه دغه" (وہ اور وہ) اور "دقیصه خوانی گپ" (قصه خوانی کی گپ شپ) نے جدید پشتو نثر نگاری کے لئے راہ هموارکی۔

مولوی احمد تنگی اور میر احمد شاہ رضوانی کی نثر عام بول چال اور دیهاتی محاورے کے قریب ھے، جب که منشی احمدجان کی نثر فنی شوخی اور رنگینی کی حامل ھے۔ علاوہ ازیں اس میں افسانوی اور تخیلاتی رنگ بھی موجود ھے۔ ان کی نثر میں طنزو مزاح کا عنصر بھی پایاجاتاھے۔ اور ساتھ ھی روزمرہ کے مکالموں کا رنگ بھی غالب ھے۔ ان تینوں حضرات کے علاوہ همیں اس دور میں اور بھی کئی سادہ، عام فهم اور رواں نثر لکھنے والے مل جاتے هیں۔ جن کا تعلق صوبه سرحد کے علاوہ بلوچستان اور افغانستان سے ھے۔ جدید نثر نگاروں کے ان چند ابتدائی نثرپاروں کے بعد پشتو نثر میں مختلف اصناف سخن مثلاً ناول، افسانه، سفر نامه اور انشائیه وغیرہ شامل هوئیں۔ بیویں صدی کے اوائل میں پشتو ڈرامے، افسانے اور ناول نے ایک ساتھ ھی جنم لیا اور ایک ساتھ ھی ارتقائی سفر طے کیا۔ ان تینوں کے موضوعات بھی قریب قریب ایک ھی هیں۔ پشتون قلم کاروں نے ان اصناف سخن کے ذریعے نه صرف پشتون سوسائٹی کے خدوخال اجاگر کئے بلکه تحریک آزادی کے دوران میں ان اصناف سے سماجی بیداری اور معاشرتی اصلاح کاکام بھی لیاگیا۔

سب سے پهلے میاں حسیب گل کاکاخیل نے جدید پشتو ناول کے لئے زمین هموار کی۔ انھوں نے 1876ء میں ڈپٹی نذیر احمد کے ناول "مراۃ العروس" کا "نقش نگین" کے نام سے ترجمه کیا۔ یه رواں، سلیس اور بامحاورہ ترجمه ھے، جس پر طبعزاد کا گمان هوتاھے۔ اس آراد ترجمے کی سب سے بڑی خوبی یه ھے که اس ناول کا پلاٹ اور اس کے گردار خالص پشتون ماحول کی پیداوار معلوم هوتے هیں۔ ڈپٹی نذیر احمد کے ایک اور ناول "توبة النصوح" کو محمد یوسف کاکاخیل نے پشتو میں دھالا لیکن اس ترجمے کا معیار وہ نهیں ھے جو "نقش نگین" کاھے تاهم پشتو زبان و ادب کا پهلا طبع زاد ناول سید راحت زاخیلی کا "ماہ رخ" یا "نتیجۂ عشق" ھے جو 1912ء میں لکھا گیا۔ اس کے بعد پشتو کا دوسرا ناول "بے تربیته زوئے" 1939ء میں لکھا گیا۔ یه ناول افغانستان کے سابق صدر نور محمد ترکی نے لکھا تھا، جو مجله کابل میں قسط وار شائع هوا۔ یه ایک نظریاتی اور سیاسی ناول ھے، جو ناول کے فنی معیار پر پورا نهیں اترتا۔فنی اور تکنیکی اعتبار سے پهلا مکمل ناول پروفیسر صاحب زادہ محمد ادریس نے "پیگله" (دوشیزہ) کے نام سے لکھا جو 1950ء میں شائع هوا۔ یه ناول بعد میں لکھے گئے پشتو ناولوں کے لئے مشعل راہ ثابت هوا۔ اس ناول میں فاضل مصنف نے پشتون معاشرے کی

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03435504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

نوجوان نسل کا ایک خاکہ پیش کیاھے جس میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ھے کہ جدید تعلیم سے آراستہ ایک نوجوان پٹھان اور پٹھانی (دوشیزہ) کا ثقافتی اور تہذیبی لحاظ سے کیا کردار ہونا چاھئے۔ (اس ناول کا اردو ترجمہ 1994ء میں "دوشیزہ" کے نام سے اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد کی جانب سے شائع ہوچکاھے)۔

1957ء میں اشرف درانی نے "زرکے سترگے" کے نام سے ایک ناول لکھا۔ یہ ایک رومانی ناول ھے جو تعلیم یافتہ نوجوان طبقے کے رومانی اور جذباتی تصوات پر ایک خوب صورت طنزیہ ھے لیکن اس کا پلاٹ فنی اور تکنیکی اعتبار سے کمزور ھے اس لئے اسے ایک معیاری ناول نہیں کھاجاسکتا۔

پشتو ناول کی ارتقائی زنجیر کی ایک اور اھم کڑی امیر حمزہ شنواری کا لکھا ہوا ناول "نوے چپے" ھے جو 1957ء میں سامنے آیا۔ موضوع کے اعتبار سے ایک نظریاتی اور سیاسی ناول ھے کیونکہ اس کا مرکزی خیال حصول آزادی سے پھلے کے ان مسائل سے متعلق ھے جن سے آنے والے وقت میں پشتونوں کا سیاسی مستقبل وابستہ تھا۔

سلطان محمد پانی عرف ماٹو خان نے تین ناول لکھے جن میں "چاودے خیخہ" (مطبوعہ 1962ء) "انتظار" (مطبوعہ 1966) اور "ھیرے او ایرے" شامل ھیں۔ جدید پشتو نثر میں فکشن کے حوالے سے جو نام زیادہ ابھر کر سامنے آیا، وہ میاں سید رسول رسا کا ھے جنھوں نے پانچ ناول لکھے۔ ان کے نام یہ ھیں: "مغرور"، "شمئی"، ماموئنی"، "خودکشی" اور "میخانی"۔ ان میں سے "خود کشی" بنیادی طور پر ایک رومانی اور عشقیہ ناول ھے اور ناقدین کے نزدیک رسا کے ناولوں میں سب سے معیاری اور اھم ھے۔ ان کا پانچویں اور آخری ناول "میخانہ" میں کابل شھر کی معاشرتی، معاشی اور سیاسی زندگی کا نقشہ پیش کیاگیاھے۔ یہ ناول بھی فنی اور تکنیکی اعتبار سےایک معیاری ناول تصور کیاجاتاھے۔ سید رسول رسا کے بعد ایک اور اھم ناول نگار ڈاکٹر شیرزمان طائزے ھیں جنھوں نے پانچ ناول لکھے: "گل خان"، "امانت"، "رحمان کورونہ"، "غونڈے" اور "وادہ اونہ شو" (شادی نہ ہوئی) شامل ھیں۔ ان ناولوں میں مصنف نے جن موضوعات میں دلچسپی ظاھر کی ان میں قبائلی علاقوں کے جغرافیائی، ثقافتی، تاریخی حالات اور مخصوص قبائلی طرز زندگی کے مختلف پھلو شامل ھیں۔ اس کے علاوہ پشتون سوسائٹی میں خوانین کی زیادتیاں اور غریبوں کی مظلومیت بھی ان کے ناولوں کے خاص موضوع ھیں۔ پشتو کے دیگر اھم ناول نگاروں میں رحیم شاہ رحیم، ساغر آفریدی، اسیر منگل، سلمی شاھین اور غازی سیال شامل ھیں۔

پشتو تحقیق و تنقید۔

جواب۔ پشتو ادب میں تحقیق اور تنقید دونوں کی ابتداء ادبی تذکروں سے ہوئی۔ پشتو کا اولین تذکرہ 'تذکرۃ الا ولیا" ھے جسے سلیمان ماکو نے 612ھ میں لکھا اور 1931ء میں عبد الحی جیبی نے اس کی تر تیب و تھذیب کی۔ اس تذکرے میں ان اولیاء کا ذکر ھے جو پشتو کے اولین دور کے شاعر بھی تھے۔ اس کے بعد دوسرا اھم تذکرہ پٹہ خزانہ ھے جسے محمد ہو تک ابن داود نے 1142ھ میں مرتب کیا اور 1944ء میں علامہ عبد الحی جیبی نے شائع کیا۔ اس ادبی تذکرے میں پشتو کے پرانے شعراء کی سوانح اور کلام پر ایک مختصر سا تبصرہ بھی ملتا ھے۔

دور جد ید میں بھی بشتو ادب میں تحقیق اور تنقید کا آغاز ادبی تذکروں اور ادبی تاریخوں سے ہوتا ھے اس دور کا اولین تذکرہ "پحتا نہ شعرا" ھے جسے عبد الحی جیبی نے مر تب کر کے پھلی بار 1942ء میں ز یور طبع سے آراستہ کیا جس کے بعد ازاں مزید چار ایڈ یشن مختلف محققین کے ھاتھوں مر تب ہو کر شائع ہوئے اس طرح پشتو اد بیات کی تاریخ کو بھی سب سے پھلے عبد الحی جیبی نے لکھا جس کا پھلا ایڈ یشن 1942ء میں شائع ھوا۔ ان مذکورہ تذکروں اور تاریخ ادبیات پشتو میں تحقیقی اور تنقیدی پھلو ایک ساتھ جڑے ہوئے ھیں ان کے علاوہ بھی پشتو میں متعد د تذکرے لکھے گئے جن میں ھمیشہ خلیل کا مرتبہ کر دہ تذکر ہ "پحتا نہ لیکوال" بھی شامل ھے جس کا پھلا ایڈ یشن 1958ء اور دوسرا ایڈ یشن 1961ء میں شائع ہوا۔ یہ سب سے عمدہ ادبی تذکرہ ھے جس پر جد ید مغر بی تنقید کا اثر نما یاں ھے۔

ان تذکروں اور ادبی تاریخوں کے بعد پشتو تنقید و تحقیق میں جس رجحان نے فروغ پایا وہ پشتو کے کلا سیکل

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

شعراء کے دو اوین کی تر تیب و تد وین ھے چنا نچه جدید تنقید کی پهلی جهلك هم دیوان رحمان بابا اور دیوان خوشحال خٹك کے مقدموں میں پاتے هیں جنهیں ایڈ ورڈ ز کالج پشاور کے علوم شر قیه کے پرو فیسر عبدالمجید افغانی نے 1929ء میں لکھے اس کے بعد همیش خلیل نے پشتو کے گیاره قدیم شعراء کے دو اوین کی تر تیب و تهذ یب کی اور ان پر تحقیقی و تنقیدی مقدمے لکھے۔ دیوانوں اور کلیات کی تد وین و تحقیق کے علاوہ کئی ادبی مو ضوعات پر تحقیقی اور تنقیدی کتا بیں لکھنے والے محققین اور نقادوں میں دوست محمد خان کامل مو مند، قاضی عبد الحلیم اثر، عقاب خٹك، قلند مو مند اور پرو فیسر خواجه محمد سائل کے نام کئے جا سکتے هیں پشتو ادب میں خالص نظر یاتی تنقید کے سلسلے میں جو کتابیں شائع هوئیں ان میں قلندر مو مند کی " تنقید" مو لا نا محمد اسرا ئیل کی "نظمیات" پرو فیسر سحر یو سف زئی کا "ادب سهء دے" خصو صی طور پر قابل ذکر هیں ان کے علاوه علمی تنقید پر بهی متعد د کتابیں اور مضامین شائع هو چکی هیں۔

سوال 4 – رحمان بابا کے احوال و آثار اور ان کی شاعری کے اهم موضوعات بیان کریں۔

جواب۔

پشتو کے عظیم صوفی شاعر عبد الرحمن (1632–1711ء) مهمند قبیلے کی ایك شاخ غوریه خیل سے تعلق رکھتے تھے۔ پشاور کے قریب بهادر کلی میں پیدا هوئے۔ اپنے زمانے کے معتبر علما سے فقه اور تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ پشتون شاعری کے حافظ شیرازی کهلاتے هیں۔ آ پ کا کلام تصوف کے رموز و عوامض سے مملو ھے۔ مجموعه کلام دیوان کے نام سے شائع هو چکا هے۔ اس میں پانچ هزار کے قریب اشعار هیں۔ مزار پشاور کے جنوب میں هزار خوانی کے مقام پر واقع هے۔

پشتو کے عظیم صوفی شاعر رحمان بابا کی شاعری عشق کی مختلف منازل کا خوبصورتی سے اظهار کرتی هے رحمان بابا صوبه خیبر پختونخواه میں قرآن شریف کے بعد سب سے زیاده پڑهے جاتے هیں سنگیت کاروں اور عوام کے اجتماع میں ان کا کلام بڑے جوش وجذبه سے پڑها جاتا هے رحمن بابا، خوشحال خٹك اور پنجاب کے صوفی شاعر سلطان باهو کے هم عصر تهے۔ رحمان بابا ایك تنهائی پسند، الگ تهلگ زندگی بسر کرنے اور رب کے عشق میں غرق صوفی شاعر تهے۔ انکی شاعری نے نسل در نسل پشتو شاعری کو متاثر کیا اور جدید پشتو شاعروں کے کلام پر انکا گهرا اثر هے۔

ابتدائی حالات

پشتو کے عظیم صوفی شاعر رحمان بابا ایك غریب گهرانے میں پیداهوئے تهے۔ آپکے ابتدائی حالات کی زیاده تفصیل نهیں ملتی۔ البته کها جاتا هے که آپ خوشحال خٹك کے هم عصر تهے۔ آپ کا اصل نام عبد الرحمن تها لیکن رحمان بابا کے نام سے مشهور هوئے۔ آپ نسلاً مهمند قبیلے کی ایك شاخ غوریه خیل سے تعلق رکھتے تهے، آپکے والد کا اسم گرامی عبد الستار تها جو ایك روایت کے مطابق اپنے علاقے کے ایك متمول خان تهے جو بهادر کلی میں رهتے تهے۔ یه گاؤں پشاور سے جنوب کی طرف پانچ میل کے فاصلے پر اُس سڑك پر واقع هے جو کو هاٹ کو جاتی هے۔ رحمان بابا کی ولادت لگ بهگ 1042هجری بمطابق 1632ء میں پشاور کے قریب بهادر کلی میں هوئی۔ آپ نے ملّا محمد یوسف زئی سے تصوف وفقه کی تعلیم حاصل کی پهر کوهاٹ تشریف لے گئے اور وهاں کے مختلف علما سے تعلیم حاصل کی۔ آپ جوانی هی سے زهدوریاضت کی طرف مائل تهے اور دنیا اور اهل دنیا سے ابتداهی سے بے نیاز تهے۔

عبد الرحمان نوجوانی هی میں فقیری اور تصوف کی طرف مائل تهے۔ علم دین حاصل کی۔ اس لیے بڑے خان کا یه بیٹا ملا اور صوفی کهلایا۔ آپ اسلا می تعلیمات کے بڑے عالم اور متقی انسان تهے یهی وجه هے که پشتونوں میں ان کا بهت احترام رها هے اور اسی احترام کی وجه سے انهیں "بابا" کے نام سے یاد کیا جاتا هے۔اس آرٹیکل کے ابتدا

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

سطر میں لکھا ھے کہ بابا " ایك غریب گھرانے میں پیداھوئے تھے" پھر آگ لکھا ھے "آپ کے والد کا اسم گرامی عبد الستار تھا جو ایك روایت کے مطابق اپنے علاقے کے ایك متمول خان تھے" تو متمول خان غریب گھرانے سے ھوتا ھے کیا

شاعری۔

آپ کی شاعری کو پشتو کی اعلیٰ شاعری میں شمار کیا جاتا ھے۔ آپ مشھور پشتون شاعر اور بھادر جنگجو خوشحال خان خٹك کے ھم عصر ھیں۔ اور آپ نے ھر قسم کے فلسفه اور علم کو اپنی شاعری میں بیان کرنے کی کوشش کی ھے۔ آپ کا ایك شعر:

که را ده پیروی د محمدده
ه نشته په جهان بله رنڑا

یعنی اگر اس جھان میں اگر کوئی ھدایت اور پیروی کے لائق روشنی ھے تو وہ صرف محمد صلی الله علیه وسلم کی ذات اقدس کی راہ ھے۔ ورنہ اس جھاں میں اس کے علاوہ کوئی روشنی والا راستہ نھیں ھے۔

اپنے نام کی مناسبت سے شعر

رحمان بابا لوگوں میں رحمان کے نام سے مشھور تھے اور ھے اس لیے وہ کھتے ھیں

ما رحمان ته چی رحمان وائی کافر دی
زه رحمان دخپل رحمان عبد الرحمان یم

مجھ رحمان کو اگر کوئی رحمان کھے تو وہ کافر ھے میں رحمان تو اپنے رب کا عبد الرحمان (الله کا بندہ) ھو ں

ب)اجمل خٹك۔

پاکستانی سیاست دان،شاعر،ادیب اورقوم پرست لیڈر۔ 1924ء میں اکوڑہ خٹك کے ایك متوسط گھرانے میں پیدا ھوئے۔ والد حکمت خان بھی قومی کاموں میں پیش پیش رھتے تھے۔ مڈل پاس کرنے کے بعد معلمی کاپیشہ اختیار کیا، لیکن ملازمت کے ساتھ ساتھ علمی استعداد بھی بڑھاتے رھے۔ منشی فاضل، ایف اے اور بی اے کے امتحانات پاس کیے۔ ریڈیو پاکستان پشاور سے بطور سکرپٹ رائٹر وابستہ رھے۔ کافی عرصہ روزنامہ انجام پشاور کے ایڈیٹر رھے۔ سیاست میں اجمل خٹك ابتدا ھی سے قوم پرستانہ خیالات کے مالك رھے۔ شروع شروع میں زیادہ سے زیادہ صوبائی خود مختاری کے حق میں رھے۔ پھر رفتہ رفتہ خان عبد الغفار خان کے زیر اثر پختونستان کی بھی حمایت کی۔ اسی وجہ سے کئی مرتبہ قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ھوئے۔ خان عبدالولی خان کی صدارت میں نیشنل عوامی پارٹی کے سیکرٹری جنرل بنے۔ جب 1973ء میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے نیپ کو غیر قانونی جماعت قرار دیا اور حکومت نے پارٹی کے دوسرے سرکردہ رھنماؤں کے ساتھ ان کو بھی گرفتار کرنا چاھا لیکن اجمل خٹك روپوش ھوکر افغانستان چلے گئے وھاں جلا وطنی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ جب افغانستان میں کمیونسٹ حکومت قائم ھوئی تو ان کی عملی مدد کی اورافغانستان اور پاکستان کے پختون لیڈروں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لیکن سویت یونین کی تحلیل اور افغانستان میں اس کی شکست کے بعد اپریل 1989ء میں بے نظیر بھٹو کے عھد میں واپس پاکستان آئے اور یھاں کی سیاست میں حصہ لینے لگے۔ 1990 تا 1993ء قومی اسمبلی کے رکن رھے۔ مارچ 1994ء میں چھ سال کے لیے صوبہ سرحد کی جانب سے سینیٹ کے رکن منتخب ھوئے۔ آخری دونوں میں عمر کی زیادتی کی وجہ سے عملی سیاست سے کنارہ کش رھے۔ بطور شاعر و ادیب اجمل خٹك ترقی پسند تحریك سے متاثر رھے۔ پشتو اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کھتے ھیں۔ دونوں زبانوں کے مجموعے منظر عام پر آ چکے ھیں۔ جلاوطن کی شاعری بھی ان کا مجموعہ کلام ھے۔ جس میں افغانستان کے دوران جلا وطنی کے احساسات و جذبات کی عکاسی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کی گئی ھے۔

شاعرانہ کمال وھنر۔

یکم اپریل 1948 کو ریڈیو پاکستان پشاور میں بطور اسکرپٹ رائٹر ملازمت اختیار کی جہاں احمد ندیم قاسمی ' ن م راشد ' ناصر انصاری ' احمد فراز اور خاطر غزنوی جیسے شعراء و ادباء کی رفاقت نصیب ہوئی۔ 1947 میں پاکستان کا پشتو میں پہلا ملی ترانہ بھی انہوں نے لکھا تھا جو اس وقت کے معروف گلوکار استاد سبز علی خان کی آواز میں نشر ہواتھا۔ اپنے سیاسی نظریات کی وجہ سے ریڈیو کی ملازمت سے فارغ کردیئے گئے تو 1956 میں روزنامہ بانگ حرم کے ایڈیٹر بنے اور کئی سال تك مختلف اخبارات میں بطور مدیر فرائض سرانجام دیتے رھے۔

تصانیف۔

"مشین اور انسان" اور "سرمایہ" نامی کتابوں کے مطالعے نے اجمل خٹك کو مارکس ازم اور لینن ازم کی جانب راغب کیا۔ وہ کمیونسٹ پارٹی کے مرکزی کمیٹی کے ممبر بھی رہ چکے تھے۔ وہ اکثراس بات کااعتراف کیا کرتے تھے کہ افغانستان میں جلا وطنی کے دوران ان کے ساتھ بنگلا دیش اور ھندوستان کی کمیونسٹ پارٹی نے کافی مالی مدد کی تھی انھوں نے کئی کئی سال تك جیل کاٹی۔ ذھنی اور جسمانی تشدد کا شکار ھوئے یہاں تك کہ قید کے دوران "دا زہ پاگل اوم" (کیا میں پاگل تھا؟) جیسی کتاب بھی لکھی۔

اجمل خٹك کے گھر پر پولیس کے چھاپوں کے ڈر سے ان کی والدہ نے ان کی شاعری اور نثر کے بیشتر نمونے تندور میں پھینك کر جلا ڈالے۔ ان کی شاعری کا پہلا مجموعہ "دغیرت چغہ" بھی ان کے دوستوں نے کافی تلاش کے بعد یکجا کیا۔

1973 میں لیاقت باغ فائرنگ کیس کا واقعہ پیش آیا تو نواب محمد اکبر خان بگٹی کے گھر کوئٹہ میں نواب خیربخش مری 'غوث بخش بزنجو 'اکبر خان عطاء • اللہ مینگل 'اور ولی خان کے مشورے اور کھنے پر انھوں نے ملك چھوڑنے کا فیصلہ کیا اور انھیں قریبی دوست "تور لالے" نے بڑی مشکل راستوں سے قبائلی راستے سے افغانستان تك پہنچایا، جہاں 15 سال تك جلا وطنی کی زندگی گزارنے کے بعد 1988 میں پاکستان آئے، وہ رکن قومی اسمبلی بعد ازاں سینیٹر منتخب ہوئے۔

اکتوبر 1999 میں نواز شریف کی حکومت کے خاتمے کے بعد جنرل ریٹائرڈ پرویز مشرف نے ان سے ملاقات کی اور صدارت کاعہدہ پیش کیا اس ملاقات سے عوامی نیشنل پارٹی اور اجمل خٹك کے درمیان اختلافات پیدا ھوئے جس پر انھوں نے اے این پی چھوڑ کر "اپنا کچکول اور رباب" بجانے کا فیصلہ کرتے ھوئے دوبارہ نیشنل عوامی پارٹی پاکستان کے نام سے الگ جماعت بنائی تاھم چند سالوں کے بعد دوبارہ اے این پی میں شامل ھوگئے اور مرتے دم تك اسی پارٹی سے وابستہ رھے۔پشتو کے معروف ترقی پسند و قوم پرست شاعر ،ادیب، صحافی، دانشور اور بزرگ سیاست دان اجمل خان خٹك کے انتقال کو 9 برس بیت گئے لیکن ان کا تخلیق کیا گیا ادب آج بھی بے حد مقبول ھے۔

سوال 5۔ سندھی ادب کے کلھوڑہ دور کے ادبی سرمائے کوکن عنوانات کے تحت تقسیم کیا جاسکتا ھے۔ وضاحت سے لکھیں۔

جواب۔

سرزمین سندھ صدیوں سے علوم و فنون و تاریخ و ثقافت و تھذیب و تمدن کر مرکز اور تصوف روحانیت حقائق و معارف کا گھوارہ رھا ھے ۔ اس حقیقت کی زندہ شھادتیں آج بھی جابجا تاریخی عمارتوں ' قدیم مسجدوں مجاھدان اسلام کے مزاروں بزرگان دین کی درسگاھوں فدیان توحید کی خانقاھوں اور بھت سے قدیم آثار ملتی ھیں ۔حضرت شاہ

0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

عبداللطیف بھٹائی صوفیائے کرام اور بزرگان دین میں سے تھے جن کی ذات بابرکت کی بدولت ریگزار سندھ میں تجلیات الهیٰ اور انوار محمدی کی ضیاپاشی ھوتی رھی ھے ۔ اسلامی تھذیب و تمدن کی کرنیں پھوٹیں اور جن کی رشد و ھدایات کشف و کرامات اور علوم و فیوض کا سرچشمه آج تك جاری و ساری ھے ۔

حضرت شاه عبداللطیف بھٹائی 1690ء 1102ھ میں اس جھان رنگ و بو سے وابسته ھوئے اور 1752ء 1165 ھ میں اپنے معبود وه مسجود حقیقی سے جا ملے ۔یه وه زمانه تھا جب شھنشاه ھند اورنگزیب عالمگیر دھلی کے تخت پر متمکن تھا اور سندھ کی عنان حکومت کلھوڑا خاندان کے حکام میاں نور محمد کے ھاتھوں میں تھی تاجدار دھلی اور سربراه سندھ دونوں پروانه توحید ' دیوانه رسالت اور اسلام کے عظیم معلم و مبلغ تھے ۔ ان کے عھد میں کفر و الحاد شرك و فساد کے بڑے بڑے بت توڑ دئیے گئے جب شاه لطیف نے آغوش کائنات میں آنکھیں کھولیں فضائے سندھ الاولیاء حضرت لعل شھباز قلندر جیسی عظیم المرتب ھستی کے روحانی فیضان اور علم و عرفان سے معمور و مسحور تھی ۔ میناره سیوھن سے خالق و مخلوق ' عابد و معبود ' ساجد و مسجود مکان و لامکان اور بندگی و زندگی کے اسرار و رموز سے بھرپور روشنی روحوں کی گھرائیوں تك پھنچ چکی تھی ۔ ایسے مبارك و متبرك زمانے میں حضرت شاه لطیف کا ورد مسعود یقیناً نیك فال تھا ان کے کانوں میں الله اکبر کی آوازیں گونجیں انھوں نے حضرت لعل قلندر کے گھواره پیام و تعلیم میں اپنی فکرو دانش کی تھذیب و تدوین کی اور ارفع و اعلیٰ زندگی کو اپنایا روح کی پاکیزگی دل کی صفائی اور قلب کی وسعت و بلندی نے شاه لطیف کی تعلیمات کو اجاگر و پائیدار کیا شاه صاحب کے پیغامات نغمات لطیف کے سانچے میں ڈھل کر غیر فانی و لازوال ھو گئے۔

صوفی شعراء کا ابی ذوق۔

حضرت شاه عبدالطیف صوفی منش بھی تھے اور صوفی شاعر بھی ۔ ان کا عھد دینی ' علمی اور ثقافتی اعتبار سے ایك عھد زریں تھا ۔ ان کے دور میں حاکمان سندھ نور محمد کلھوڑ اور سرفراز خان کلھوڑا نے سندھی زبان و ادب کی سرپرستی جس فراخ دلی اور وسیع القلبی سے کی اس کی مثال تاریخ میں نھیں ملتی ۔شاه عنایت رضوی میاں عیسی ھالائی ' خواجه زمان لواری ' میاں مخدوم ابوالحسن سندھی زبان میں پھلی کتاب موسوم به مقدمه الصلوة کے منصف مخدوم ضیاء الدین ٹھٹھوی ' مخدوم محمد ھاشم ٹھٹھوی ' مخدوم عبدالرحیم گروھڑی ' مخدوم عبدالرئوف بھٹی ھاله کنڈی 'پیر محمد بقاء ضیاء الدین مخدوم معین اور سرفراز خان کلھوڑ جیسے علماء و فضلا شعراء اور ادبا اور مصنفین و مفکرین شاه لطیف کے ھم عصر تھے اھل علم و فضل اور ارباب کمال سندھ کی خاك سے اٹھے اور یھیں پیوند خاك ھوئے اس زمانے میں فارسی زبان کا رواج عام تھا لیکن ان ھی بزرگوں کا علمی و ادبی کوششوں اور عدیم المثال کاوشوں کی بدولت سندھی زبان کا چلن عام ھوا ۔ سندھی زبان جدید تقاضوں سے ھم آھنگ ھوئی ۔ سندھی ادب میں نئے رحجانات کا آغاز ھوا ۔ حمد و نعت ' مناجات ' وائی (کافی) دو ھے جیسی اصناف سندھی شاعری میں شامل ھوئیں ۔

کیفیات اور مندرجات۔

جن پرستار ان علم و ادب کا اوپر ذکر کیا گیا ھے ان کے علاوه ایسے شعراء کی تعداد بھی کافی تھی جو کم پڑھے لکھے تھے مگر عوامی ذھن کے مالك اور عوامی نفسیات و کیفیات سے واقف تھے ان کے نغمے دیھات کے سیدھے سادھے معصوم لوگوں کیلئے فضاء میں بھکر جاتے جو انھی کے دلوں کے ترجمان ھوتے ۔یه نغمے یه ترانے عام آدمیوں کے دکھ سکھ' رنج و راحت ' شادی بیاه ' ملاپ اور جدائی جیسے جذبات اور احساسات کے آئینه دار ھوتے ان لوگ گیتوں کے تخلیق کاروں میں لطف الله ' قطب طالب ' حبیب جونیجه سید شریف ' شاه حسین کیسر ' منگیل لکھمیر ' محمود ' قاسم ' بلاول ' کٹھی ' بڈھوار اور ھلال کے نام ناقابل فراموش ھیں۔شاکاروں صاحب کاکلام معرفت و محبت ' وحدت و اخوت ھے ۔ ان کے ابتدائی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کیلئے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے، آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کیلئے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

کلام میں عشق مجاز کا بھرپور تاثر ملتا ھے لیکن دوسرے اور آخری دور کے کلام میں عشق حقیقی کے جذبات کو جس والهانه انداز اور وجدانی کیفیتوں سے پیش کیا گیا وہ شاہ صاحب ھی کا حصه ھے ۔ ایك روایت ھے که شاہ صاحب عربی اور فارسی زبان سے بخوبی واقف تھے جس کا ثبوت اس واقعه سے ملتا ھے که سفر و حضر میں قرآن مجید٬ رساله شاہ عبدالکریم اور مثنوی مولانا روم ساتھ ھوا کرتی تھی مثنوی کا یه نسخه شاہ صاحب کو حاکم سندھ میاں نور محمد کلھوڑا نے دیا تھا جو خود بھی بڑے علم دوست اور صاحب فضل و کمال حکمران تھے اور شاہ صاحب سے بے حد عقیدت اور ارادت رکھتے تھے ۔ شاہ صاحب کے ابیات کے مطالعے سے یه بات پائیه ثبوت کو پهنچ جاتی ھے کیونکه ان رسالے میں جابه جا قرآن مجید احادیث اور مثنوی کے مطالب نظر آتے ھیں ۔شاہ صاحب نے فلسفه تصوف کو محض ایك نظریے کے طور پر نهیں بلکه جزو و زندگی بنا کر اپنایا تھا ۔ یه اجزائے ترکیبی کل میں سما کر تخلیق کا روپ دھار گئے اور تخلیق کائنات کا راز بتلا گئے تلاش حق اور راہ حق کے فلسفے کو شاہ صاحب نے اپنے ابیات میں بڑی وضاحت و صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ھے ۔شاہ صاحب کا کلام سراپا قرآن و حدیث کی تفسیر ھے مولانا روم کی مثنوی کے بارے میں میں جامی نے فرمایا تھا که

مثنوی مولوی٬ معنوی
هست قرآن ور زبان پهلوی

اور شاہ لطیف کا اپنے کلام کے بارے میں ارشاد ھے اس کلام کو معمولی اشعار نه سمجھو٬ یه آیات ربانی ھے یه آیات پڑھنے والوں کو محبوب حقیقی کی طرف لے جاتی ھیں ۔

سچل سرمست

سندھ کے عظیم وجودی درویش اور ھفت زباں شاعر عبدالوھاب فاروقی سچل سرمست کے والد کا نام میاں صلاح الدین فاروقی بن میاں محمد حافظ عرف صاجنڈانه فاروقی تھا جن کا سلسله نسب حضرت عمر فاروق سے جا ملتا ھے سچل کے جد امجد مجاھد الاسلام فاتح اعظم محمد بن قاسم کے ھمراہ حجاز سے سندھ میں آئے پهلے سیوستان (موجودہ سیون شریف) میں سکونت اختیار کی۔ پھر ریاست خیرپور میں رس بس گئے ۔ قریه دروازہ کا یه فاروقی خاندان علم و دانش تصوف و عرفاں کے اعتبار سے پورے سندھ میں ممتاز رھا ھے ۔ سچل کے اسلاف طریقت میں سلسله قادریه سے منسلك تھے خواجه پیر میاں عبدالخالق خاکی اپنی ایك منقبت کا آغاز اس مطلع سے کرتے ھیں ۔ جس میں خدا اور حضرت محمد مصطفیؐ کے بعد حضرت غوث الاعظم کا یوں ذکر فرماتے ھیں ۔

پھر خدا و مصطفیٰ یا غوث رب العالمین
دل کی کریں سید صفا یا غوث رب العالمین

منصور ثانی سچل سرمست وادی مهران ضلع خیرپور کے ایك گائوں دروازہ 1739ء مطابق 1152 ھ میں پیدا ھوئے ان کا اصل نام عبدالوھاب فاروقی تھا ۔ سچل سرمست کے نام سے شهرت دوام ملی ۔ ان کے بزرگ انهیں پیار سے سچے ڈنه کهتے تھے (سندھ میں اس شخص که کهتے ھیں جو بلا خوف و خطر حق گوئی کو اوصاف انسانی کا بڑا جوھر سمجھتا ھو بچپن سے نیکی اور سچائی ان کا شعار تھی اس لئے لوگ انهیں سچل اور سچو بھی کهتے تھے ۔سچل سرمست عربی فارسی سندھی سرائیکی ملتانی پنجابی ھندی اور اردو میں شعر کهتے تھے بقول پروفیسر محبوب علی چنه ان کے اشعار آبدار کی تعداد سندھ کے تمام شعراء کے کلام سے زیادہ ھے فارسی میں آشکار اور فدائی اردو سندھی اور دیگر زبانوں میں سچل٬ سچل ڈنه سچو تخلص کرتے تھے ۔

حافظ سچل سرمست کی ابتدائی تعلیم حافظ عبدالله قریشی کے آغوش فیض میں ھوتی ۔ کم سنی میں قرآن مجید

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

حفظ کیا اور علوم دین سے بهره ور هوئے ۔ جب چھ سال کی عمر میں ان کی پدر بزرگوار کا سایه شفقت ان کے سر سے اٹھ گیا تو ان کے چچا خواجه میاں عبدالحق فاروقی نے اپنے زیر عاطفت ان کی تعلیم کے فرائض انجام دئیے ۔ سچل ان کی نگرانی میں نه صرف فارسی و عربی تعلیم سے آراسته هوئے بلکه علم تصوف و معرفت اور علم باطنی کے اسرار و رموز سے بھی واقف هوئے حضرت پیر خواجه میاں عبدالحق فاروقی المتخلص به خاکی ایك جید عالم دین صوفی ٗ منش بزرگ سندھی و فارسی کے خوش فکر شاعر تھے سچل ان کی علمی شخصیت اور دینی عظمت سے خاص طور پر متاثر و مستفیض هوئے ان کے هاتھ پر بیعت کی جس کا اعتراف انهوں نے اپنے اکثر اشعار میں اس طرح کیا هے ۔

گر بگوئی میشوم واقف ازں اسرار راز
پس توکن اصدق دل روئی به سو شهر دراز
هست آنجا پیر عبدالحق عارف اولیاء
می کند آکه زسر وحدتش مسکین نواز
شان و شوکت پیر ما بالا تراست
همچو او کس نیست درعالم علا
آشکارا خاك پائے پیر باش
تاشوی از دوستش بادشاه

سچل سرمست نے چوده رمضان المبارك 1242ء 1827ھ میں رحلت فرمائی درازه کا وه مقام جو کبھی سچل سائیں کا مولد و مسکن تھا وفات کے بعد معرفت و روحانیت کا مرکز بن گیا ۔ آج ان کا روضه مقدس مرجع کاص و عام هے ۔

تالپوری دوراور میران تالپور۔

سچل سرمست نے سندھ میں دو حکومتوں کے عهد عروج و زوال دیکھے کلھوڑا حکومت کا انجام اور دور تالپور کا آغاز میران تالپور سچل کی صوفیانه زندگی بے مثل اخلاق و کردار اور عالمانه و شاعرانه عظمت و جلالت کے بے حد قائل تھے میر رستم خان بن سهراب خان حکام خیر پور بھی ان کا بهت معتقد تھا یهاں تك که اس نے ان کے هاتھ پر بیعت کی ۔سچل کا زمانه کئی اعتبار سے بڑا مبارك اور اهم زمانه تھا ۔شاه عبداللطیف بھٹائی بقید حیات تھے ۔ جب شاه لطیف نے وفات پائی سچل کی عمر تیره برس تھی یه وه دور تھا جب فضائے سندھ شاه صاحب جیسے عظیم المرتبت هستی کے روحانی علمی و ادبی فیوض سے معمور تھی ۔هر سو شاه لطیف کی حیات آفریں معرفت انگریز صدائوں سے قلوب انسانی مسرور و مسحور هو رهے تھے ۔ ایسے مبارك و متبرك زمانے میں سچل کا آغوش حیات میں آنکھیں کھولنا یقیناً فال نیك ثابت هوا ان کے کانوں میں الله اکبر کی آوازیں گونجیں ٗ هوش سنبھالا تو قرآن حکیم اور حدیث نبویؐ کے علاوه صحیفه لطیف کے گھواره تعلیمات و پیغامات میں اپنی فکر و دانش کی تهذیب و تدوین کی اور پاکیزه زندگی کو اپنایا ۔روح کی پاکیزگی ٗ دل کی صفائی ٗ قلب کی وست و بلندی نے سچل کی تعلیمات کو اجاگر و پائیدار کیا ان کے افکار جمیل پر شاه صاحب کا پرتو جا بجا ملتا هے ۔

سچل صوفی کا تخلیق انداز۔

سچل صوفی منش تھے ۔ فلسفه تصوف کو محض ایك نظریے کی طور پر نهیں بلکه جزو زندگی بنا کر اپنایا تھا یه اجزائے ترکیبی کل میں سمو کر تخلیق کا روپ دھار گئے اور تخلیق کا راز بتا گئے ۔ جس ماحول میں سچل نے پرورش پائی تعلیم و تربیت سے آراسته هوئے وه خالص دینی اور مذهبی ماحول تھا شاه عبداللطیف اور لعل شهباز قلندر کی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے،آئی کام ،بی اے،بی کام ،بی ایڈ،بی ایس،ایم اے،ایم ایڈ،ایم ایس سی،پی ایچ ڈی،ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

0345-5504557 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

تعلیمات نے ان کے دل و دماغ پر گھرا اثر کیا تھا وہ ان بزرگوں کے پیغامات سے خاص طور پر متاثر ھوئے تلاش حق اور راہ حق کے فلسفے کو شاہ صاحب نے اپنے رسالوں میں بڑی فصاحت و صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ھے شاہ صاحب کی یہ آواز سچل کے قلب و دماغ میں رچ بس گئی شاہ صاحب کے زمانے کے عوامل و کوائف اور گردوپیش کے تقاضوں نے سچل کے فکر و فن پر فطری اثر ڈالا سچل نے ارشادات لطیف پر عمل کیا ان کے کلام کا تتبع کیا جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ھے کہ مختلف راھوں سے گرز کر اپنے وجود کی تسکین تك پهنچا۔

شیخ ایاز کا مجموعہ۔

شیخ ایاز کا پھلا مجموعہ "پونڑپریی عکاس" بھی دیر سے شائع ھوا مگر ان کا کلام بھت مقبول ھوچکا تھا۔ اس وقت جدید سندھی شاعری کا عروج تھا انھوں نے سندھی کلاسیکی "بیت" کو پھر سے زندہ کیا اور اس میں اپنے دور کے موضوعات پیش کیے۔ انھوں نے بیت کی طرح وادئی میں بھی اپنے دور کے مطابق نئے موضوع اختیار کیے اور اس کی زبان میں سادی اور نغمگی کو بر قرار رکھا۔ انھوں نے فارسی بحر اور وزن میں بھی وائی کا تجربہ کیا ۔ شیخ ایاز کا شمار سندھی میں آزاد نظم کے چند ابتدائی شاعروں میں ھوتا ھے۔ انھوں نے آزاد نظم کی تکنیك سے بھرپور واقفیت حاصل کی اور ایسی آزاد نظمیں لکھیں جن میں "چیٹو" جیچ اور لمکیاں ڑی لو قابلِ ذکر ھیں ۔ ان کے ھاں اظھار کی بے باکی ھے اور سندھ سے بے انتھا محبت ان کے کلام کی اھم خصوصیت ھے۔ ون یونٹ کے خلاف تحریك میں ان کی شاعری نے بڑا اھم کردار ادا کیا۔ اسی لیے ان کے پھلے دو مجموعے "پونڑپریی آکاس" اور دیکھیی پاتحرکیندو" اس وقت کی حکومت نے ضبط کر لے اور وہ دو دفعہ جیل بھی گئے۔ اس کے بعد مجموعہ "کیی جو ھجیل بولیو" شائع ھوا جس میں ان منظوم ڈارمے (Opera) شامل ھیں۔ سندھی شاعری میں اس صنف میں یہ پھلی کامیاب کوشش ھے۔ اسکے بعد ان کے مجموعہ "وچون وسٹ آئیون" اور "کپرتوکن کریی" شائع ھوئے۔ کچھ عرصے پھلے ان کی نثری نظم سے مختلف ھے کیونکہ مغرب میں خاص طور پر فرانسیسی نثری نظم میں وزن اور بضر نہ ھونے کے باوجود بھی موسیقیت اور نغمگی کی موجودگی ضروری سمجھتی ھے لیکن شیخ ایاز کے اس مجموعے میں یہ چیز صرف کھیں کھیں موجود ھے۔

غزلیہ شاعری میں دوطرح کے جدّت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ایك گروہ کی شاعری نے غزل کی زبان ، ماحول ، تشبیھیں اورتلمحیں سندھی ماحول سے لیں اور اس سندھی لباس پھنایا۔ ان شیخ ایاز سب سے پھلے ھیں دوسرے تبقہ نے غزل کی زبان اور لھجے کو مفرس ھی رھنے دیا لیکن غزل کے موضوعات میں جدت پیدا کی۔ ان شاعروں میں شیخ عبدالحلیم جوش ، علی محمد مجروں اور منظور نقوی اھم ھیں۔تاج بلوچ ان دونوں گروھوں کے بین بین بین۔ ان کے مجموعے میں ایسی غزلیں بھی ھیں جن کا لب و لھجہ فارسی طرز کا ھے اورایسی بھی ھیں جن میں ٹھیت سندھی ماحول ھیں استاد بُخاری ایك زودگو شاعر ھیں انھوں نے غزل ،گیت ،نظم ، آزاد نظم غرض ھر صنف میں طبع آزمائی کی ھے۔ بھت زیادہ لکھنے کے باوجود ان کے کلام کا معیار متاثر نھیں ھوا ھے۔ ان کا مجموعۂ "منھنجاگیت" "منھجیبی جیت" شائع چکا ھے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔